Majallah Tahqiq
Research Journal of the
Faculty of Oriental Learning
Vol: 39, Sr.No.110, 2018, pp 39 - 52

مجلہ تحقیق
مجلّہ کلیۂ علوم اِشرقیہ
جلد۳۹،جنوری۔مارچ۲۰۱۸ء،شمارہ۱۱۰

فقیر سید وحید الدین کا اقبال شناسی میں مقام ومرتبہ

☆نسیمہ مسعود

Abstract:

"Rozgaar e Faqir" is a collection of the memories of Faqir Waheed ud Din. In this book he narrates the stories and incidents of the meetings of important people particularly Allama Iqbal who used to visit Faqir Khana quite often. "Faqeer Khana" is the name of the residence of Faqir family of Bhatti Gate Lahore. Faqir family was one of the oldest families of old Lahore living inside Bhatti Gate and their residence is known as Faqir Khana. The one of the ancestors of Faqir family was the Prime Minister of Ranjit Singh, the Sikh rule of Punjab during 19th century. In this article Nasime Masud analysis the memoris "Rozagar e Faqir"

''روزگار فقیر'' مشاہیر کی نظر میں

فقیر سید وحید الدین کا تعلق علامہ اقبال کے اس کارواں سے ہے جس کی گرد راہ وہ اپنے لیے سرمایہ جاں سمجھتے ہیں۔ یہ قدر و منزلت بھی فقیر خاندان کے حصے میں آئی ہے کہ علامہ اقبال کا زیادہ تر وقت ''فقیر خانہ'' میں گزرتا تھا جہاں پر بلا آرائش ونمائش، بلا تکلف وبلاعنوان محفلیں سجا کرتیں انہی یادوں کے سرمائے کو فقیر سید وحید الدین نے روزگار فقیر میں مزین کیا یہ ان کا اردو ادب اور خاص طور پر اقبال شناسی کے میدان میں بہت بڑا احسان ہے۔

☆ پی ایچ ڈی سکالر، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور

اردو ادب میں اس کتاب کی حیثیت کا اندازہ بآسانی ہوسکتا ہے کہ اس کتاب کو سبھی نے سراہا۔ مشہور و معروف و قد آور شخصیت جناب فیض احمد فیض کے آئینے میں دیکھیے جو فقیر صاحب کے گہرے دوست تھے۔ ذاتی دوستی کے باوجود انہوں نے ایک اچھے نقاد مبصر کے فرائض خوش اسلوبی سے ادا کیے۔

روز گار فقیر کے تعارف میں لکھتے ہیں:

روایتی ادب میں تنقید نگاری تذکرہ نگاری ہی ایک جز و تصور کی جاتی تھی۔ ہمارا پرانا تنقیدی ادب بیشتر تذکروں ہی سے عبارت ہے بہت ممکن ہے کہ ہمارے پرانے نقادوں نے کسی جامع واضح نظریہ کے ماتحت ادب و زندگی کو اسطرح یک جانہ کیا ہولیکن انہیں کم از کم یہ شعور ضرور تھا کہ تخلیق کے ادراک کے لیے خالق سے شناسائی ضروری ہے خالق کو سمجھنے کے لیے اس کی دنیوی زندگی کے زماں و مکاں کا تعین لازم ہے۔ اس روایتی اسلوب میں خامیاں بھی تھیں ایک ہی وقت میں تصنیف و مصنف دونوں کی تصویر کھینچنے میں مصور کا قلم بسا اوقات لغزش کھا جاتا تھا اور تصویر کے دونوں رخ ادھورے رہ جاتے تھے لیکن تذکرہ نویسوں کی جملہ خامیوں کے باوجود اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اگر ان کی فراہم کردہ واقعاتی معلومات ہمیں میسر نہ ہوتیں تو ہمارے ادب کی تاریخ بہت حد تک تشنہ و نامکمل رہ جاتی ادب کی طرح تنقید کا ڈھنگ بھی وقت کے ساتھ ساتھ بدلتا ہے چنانچہ تنقید میں ''ادب برائے ادب'' کے نظریہ کا چرچا ہوا تو بعض نقاد تذکرہ نگاری کی اہمیت سے بھی انکار کرنے لگے ان کا کہنا ہے کہ ہر ادبی تصنیف بجائے خود ایک جامع حقیقت ہے اس کی خوبیوں و خرابیوں کا استخراج اسی تصنیف کے بطن سے ضروری نہیں ہے کوئی کتاب کب لکھی گئی کس نے لکھی کیوں لکھی؟ یہ سب لاتعلق باتیں ہیں جن پر توجہ دینا تضیعِ اوقات ہے ہر چند یہ جاذب لیکن سطحی نظریہ بھی اپنی طبعی موت مر چکا ہے لیکن ادبی مطالعہ کے مروجہ اسالیب و طرائق میں اس کے اثرات بہت حد تک باقی ہیں اس کا ایک بین ثبوت یہ ہے کہ ادبی محقق کسی تصنیف کے متن کی تصحیح و تفسیر و تشریح و تفہیم میں اتنا سر کھپاتے ہیں کہ نہ مصنف کے دل و دماغ کا تجزیہ انہیں کھاتا ہے نہ ان سماجی و معاشرتی محرکات پر ان کی نظر پڑتی ہے جو ہر مصنف کی مخصوص ادبی شخصیت کی تخلیق کرتے ہیں ہر اجنبی اصطلاح نامانوس ترکیب کی تحقیق و تفتیش کے لیے اسناد کی تلاش ہوتی ہے لغت کی کتابوں کو کھنگالا جاتا ہے، جملہ دستیاب نسخوں کا تطابق و تقابل کیا جاتا ہے لیکن عام طور پر کسی مصنف کی ذہنی و قلبی واردات کے سرچشموں کی تحقیق و دریافت میں اس کاوش سے کام نہیں لیا جاتا، چاہیے یہ کہ مصنف کی ذات کے اجنبی گوشوں اس کی شخصیت کی غیر معروف گہرائیوں کی تحقیق بھی اس ڈھنگ

سے کی جائے ظاہر ہے کہ اس تحقیق میں ان تمام سماجی اور اجتماعی مظاہر عوامل کا مطالعہ بھی شامل ہوگا جو ہر انفرادی شخصیت کی تکمیل کرتے ہیں۔

اس اعتبار سے ''روز گار فقیر'' محض ایک دلچسپ تصنیف ہی نہیں قابل قدر بھی ہے غالباً اب یہ ثابت کرنے کی ضرورت باقی نہیں کہ علامہ اقبال مرحوم ہمارے دور کی سب سے اہم اور سب سے عظیم المرتبت ادبی شخصیت تھے لیکن یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ ہر چند مرحوم کے متعلق تنقیدی ادب کا ایک ذخیرہ جمع ہو چکا ہے، ان تصنیفات میں شاعر مشرق کی ذات شاذ ہی دکھائی دیتی ہے۔ بیشتر لکھنے والوں نے اپنا زورِ قلم اقبالؒ کے فلسفیانہ عقائد و تعلیمات کی تفسیر و تشریح پر صرف کیا ہے اقبالؒ کے شعر میں بھی اقبال کی ذات کو دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔

''روز گار فقیر'' حیات اقبال کا جامع تذکرہ نہیں ہے۔ نہ ہی اس میں شاعر مشرق کی شخصیت یا اس شخصیت کے کسی پہلو کا تفصیلی تجزیہ کیا گیا ہے اس کی نوعیت ایک سیاح کی ڈائری کی سی ہے جو کبھی کسی دلکش وادی میں سے گذرا ہو اور کئی برس بعد فرصت کے اوقات میں اس حسین سفر کی بسری ہوئی یادوں کی شیرازہ بندی کرنا چاہیے، کسی دلفریب کی ایک جھلک، کسی دلکش شام کا ایک منظر، ہوا میں اڑتا ہوا ایک خزاں رسیدہ پتا یا جنگل میں سر جوڑے ہزاروں تناور درخت، گھاس پر جگمگاتا ہوا شبنم کا اکلوتا موتی یا شفق میں ڈوبی ہوئی کوئی وسیع و ذخار جھیل، چھوٹی و بڑی باتیں فطرت کے حقیر و عظیم مناظر، واضح مبہم نیم یادیں جو بھی سیاح کے ذہن میں محفوظ ہے، اس نے بلاکم و کاست لکھ دیا ہے۔ ان نگارشات کا تسلسل اس کی اپنی یاد کا تسلسل ہے یاد کی دھوپ چھاؤں میں مصنف کے ممدوح کے نقوش کبھی روشن، کبھی دھندلے دکھائی دیتے ہیں۔

اگر ایک سیاح کی ڈائری کے بجائے یہ کتاب ایک سائنس دان کا تحقیقی مقالہ ہوتی تو ہم اس میں یقیناً جمادات و نباتات کے تفصیلی بیان کی توقع کرتے اس میں معدنیات کے ذخائر کا ذکر ہوتا، دریاؤں، نہروں، چشموں، جھیلوں کی تفصیل ملتی، ذرائع آمد و رفت کی وضاحت کی جاتی غرض سائنسدان ہر ذرہ اور ہر پتہ کا دل چیر کر ہمیں دکھاتا، لیکن سیاح کا یہ کام نہیں اس کی تصنیف کا حسن و سودمندی محض اس کے اپنے تاثرات کے خلوص و صحت پر منحصر ہے اور ''روز گار فقیر'' میں یہ خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

روایتی تذکرہ نگار اپنے موضوع سے کبھی ہار نہیں مانتے کسی کا مرقع حیات بناتے وقت اگر کسی بارے میں مصدقہ مواد یا معلومات کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے تو کھینچ تان کر اپنے ذہن سے یہ کمی پوری کر لیتے ہیں تذکرہ کو بھاری بھر کم بنانے کے لیے وہ اپنے ممدوح کے محاسن و معائب کے متعلق توضیحوں و

توجیہوں کے دفتر یا تنقید و تجزیہ کے طومار اس تندہی سے پھیلاتے ہیں کہ تذکرہ نویس کی اپنی ذات موضوع تذکرہ سے زیادہ اہم دکھائی دینے لگتی ہے۔ ''روزگار فقیر'' میں یہ بات نہیں ہے مصنف نے اقبال مرحوم کو پہلی دفعہ بچپن میں دیکھا تھا ہر چند برسوں بعد تک مرحوم سے ان کی ملاقات رہی لیکن اپنی کتاب میں انہوں نے شروع سے آخر تک بچپن ہی کے مخصوص تحیر، ادب اور نیاز مندی کا انداز قائم رکھا ہے۔

یہی خلوص وانکسار ''روزگار فقیر'' کو اپنی نوع کی دوسری کتابوں سے ممیّز کرتا ہے ''روزگار فقیر'' میں مصنف نے زبان اور طرز بیان میں بھی اسی انداز کی رعایت ملحوظ رکھی ہے اور سادگی کو تصنع اور بے ساختہ روزمرہ کو مغلق لفظی آرائش وزیبائش پر ترجیح دی ہے چنانچہ پڑھنے والے کو ''روزگار فقیر'' سے کوئی گلہ ہوسکتا ہے تو وہی جو مصنف کو خود اپنی ذات سے ہے یعنی یہ کہ ان کی یادداشت کا گنجینہ زیادہ بھرپور کیوں نہیں ہے انہوں نے اپنی یادوں کو وقت وفراموش گاری کی دست وبرد سے بچانے کی بہت پہلے کوئی تدبیر کیوں نہیں کی یہ گلہ ایک طرح اس کتاب کی دلچسپی اور افادیت کا اعتراف بھی ہے، اس لیے کہ کوتاہی داستان کی شکایت، حکایت کے لذیذ ہونے پر دلالت کرتی ہے، اس لذت کے علاوہ جب تذکرہ وسیرت کے ماہرین معلومات کا ریزہ ریزہ جمع کرکے حیات اقبال کا لفظی قالب تیار کرنے بیٹھیں گے تو اس کی تصنیف کو بہت مفید پائیں گے اس تصنیف میں اقبال کی زندگی کے گھریلو روزمرہ مناظر، ان کی نجی صحبتیں اور رنجشیں، راحتیں اور کلفتیں، ان کے دل کا گداز اور دماغ کی شگفتگی، اقبال کے آنسو اور اقبال کے قہقہے سبھی شامل ہیں۔ یہ بکھرے بکھرے اور غیر مکمل سہی لیکن ان کی تکمیل وترتیب کچھ ایسا مشکل کام نہیں کرنل وحیدالدین صاحب کے بیشتر ایام سرکاری ملازمت میں گذرے ہیں لیکن یہ تصنیف گواہ ہے کہ اپنے آبائی ورثہ سے وہ بھی محروم نہیں ''دانائے راز'' کے عقیدت مندوں میں یہ کتاب یقیناً مقبول ہوگی۔(۱)

مولانا صلاح الدین مدیر ''ادبی دنیا'' نے ''روزگار فقیر'' کے نقش اوّل پر ریڈیو پاکستان لاہور سے 1951 میں تبصرہ پڑھا اور خود فقیر وحیدالدین نے اپنے کانوں سے سنا اب یہ تبصرہ ''روزگار فقیر'' کی زینت ہے۔ مولانا صلاح الدین احمد کے بیان کے مطابق:

علامہ اقبال کی وفات کے بعد جسے آج کم وبیش تیرہ برس ہوئے ان کے فلسفے اور پیغام پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں بعض اچھی ہیں اکثر گوارا ہیں چند ایسی بھی ہیں جن کی اشاعت سے چھاپنے والوں کو کچھ فائدہ ہوا ہو تو پڑھنے والوں کو مطلق نہیں ہوا۔ بلکہ میری ناچیز رائے تو یہ ہے کہ متعدد مصنفین نے اقبال

کے پیغام واس کے فکری نظریات پراس حدتک خامہ فرسائی کی ہے کہ اس کی شاعری وشخصیت ہماری نگاہوں سے بڑی حدتک اوجھل ہوگئی ہے۔ایسے میں کسی ایسی کتاب کا شائع ہونا جو محض اس کی شخصیت پرایک دل آویزانداز سے روشنی ڈالتی ہو مغتنمات میں سے ہے میرا اشارہ اس حسین وجمیل تالیف کیطرف ہے جو حال ہی میں ''روزگارفقیر'' کے نام سے چھپ کربصیرت افروز خاص وعام ہوئی ہے۔

''روزگارفقیر'' کے مصنف ''پروفیسر سید وحید الدین'' کے نام سے مشہور ومعروف ہیں اورلاہور کے اس نامور خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جوگزشتہ ڈیڑھ صدی سے پایہ تخت پنجاب کی علمی روایات کا خازن رہا ہے،مصنف کے والدفقیر سید نجم الدین مرحوم علامہ مغفور کے خاص احباب میں سے تھےاور مصنف کو پہلے پہل ان کی معیت میں اور بعدازاں اپنے طور پرحضرت علامہ کی خدمت میں مستقل طور پرحاضر ہونے اوران کی نوجوانی کا زمانہ تھااس مردعظیم کی صحبت سے پورافائدہ نہ اٹھاسکے۔لیکن جب سے انہوں نے ہوش سنبھالا یعنی ان کے شعور میں پختگی پیدا ہوئی انہوں نے شاعرمشرق کے چشمہ باطن سے سیراب ہوجانے کا کوئی امکانی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا کم وبیش ڈیڑھ سوصفحے کے اس مرقع جمیل میں جوعکسی چھاپے کاایک شاہکار ہے مصنف نے علامہ ممدوح کی شخصیت کے متعدد ایسے پہلونمایاں کیے جواپنی ندرت وانفرادیت کے اعتبار سے اقبال کے طالب علم کے لیے غایت درجہ اہم وقیمتی ہیں،مثلاً ایک جگہ وہ حضرت علامہ کے انداز شعر گوئی کے متعلق رواداری میں ایک بڑے پتے کی بات پوری تفصیل سے قلم بند کرتے ہیں اپنے بیان کی تائید میں انہوں نے حضرت علامہ کی ایک گفتگو ایک مخلص مگرکارواں سوانح نگار کے انداز میں پیش کی ہے۔

اقبالیات کے طالب علم بسااوقات اسکی تضاد کی بھول بھلیوں میں گم ہوکررہ جاتے ہیں لیکن اگران کے سامنے نزول شعر کا وہ منظر آجائے جیسے فقیر صاحب نے آج ہمارے سامنے رکھا ہے وہ وجدانی کیفیت واضح ہوجائے جواس کے شعرکواس کے سیاسی فلسفے سے علحدہ وممتاز کرتی ہے تو ان کی بیشتر الجھنیں دور ہوسکتی ہیں،صاحب تالیف نے چند صفحات کے متن میں اقبال کی مجالس اس کی صحبتوں کی بہت سی نادر کیفیتیں اہل ذوق کیلئے اس انداز سے جمع کردی ہیں کہ ہرلفظ خلوص سے معموراور صداقت سے آراستہ ہے روانی تحریر کا یہ عالم ہے کہ بعض دفعہ ناظر یوں محسوس کرنے لگتا ہے وہ مصنف کے زانو بہ زانو خود مجلس اقبال میں موجود ہے ان تمام کیفیات میں شریک ہے جن کے ذکر سے اس تالیف کے صفحات جگمگارہے ہیں،جب میں نے اس مردغیب کا ذکر پڑھا جس کا جذب شوق اقبال کے جواب میں خود اپنے طالب کے پاس آیا تھا جواپنا کام

پورا کر کے یکا یک نگاہوں سے غائب ہوگیا تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ وہ ابھی ابھی خود میری نظروں کے سامنے میرے کمرے کی نیم روشن فضا میں تحلیل ہوگیا ہے۔

مرقع زیرِ نظر جہاں شاعرِ مشرق کی سیرت کے متعدد حیرت ناک اور عمیق پہلوؤں کا آئینہ دار ہے وہاں اس میں اس کی شخصیت کے لطیف تر پہلو بھی نظر انداز نہیں کیے گئے مثلاً ''حرفے زلبش شنیدام'' کے زیرِ عنوان کچھ ایسے لطائف بھی زیب نگارش ہیں جن سے اقبال کی پختہ ظرافت و اس کے ذوق مزاح کا سراغ ملتا ہے۔

جیسا کہ مصنف نے اپنے پیش لفظ میں لکھا ہے وہ نسل اب بڑی تیزی کیساتھ معدوم ہو رہی ہے جس کے رحیل کے بعد کوئی یہ نہیں کہ سکے گا کہ میں نے مشرق کے سب سے بڑے شاعر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس کی پرشکوہ آواز جو آخر عمر میں ایک نحیف سی سرگوشی بنکر رہ گئی تھی اپنے کانوں سے سنی ہے اس میں کیا کلام ہے کہ اس کے معدوم ہو جانے کے بعد کلام اقبال کا اس کے صحیح پس منظر پر جائزہ لینا آئندہ نسل کے بس کی بات نہیں رہے گا، علامہ مرحوم کے ہم عمر ساتھیوں میں سے جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اب صرف مولانا ظفر علی خاں اور میر غلام بھیک نیرنگ اور مرزا جلال الدین ہمارے درمیان باقی رہ گئے ہیں فقیر سید وحید الدین نے ''روزگار فقیر'' لکھ کر اہل ذوق کو ایک بامعنی اشارہ کیا ہے دیکھیں وہ اس سے کس حد تک فائدہ اٹھاتے ہیں۔(۲)

عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن، بھارت کے مطابق:

''کتاب بظاہر جتنی حسین وجمیل ہے بلحاظ متن اس سے زیادہ اہم ہے۔''(۳)

آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور سے احمد منیر کا تبصرہ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ فقیر سید وحید الدین نے ''روزگارِ فقیر'' محنت، محبت، شفقت، مشقت اور جذب و کیف میں ڈوب کر لکھی تھی جو پہلی بار 1950ء میں منصۂ شہود پر آئی اور اقبال پر اپنے انداز کی منفرد اور یکتا تصنیف کہلائی جس کی انفرادیت و یکتائیت آج بھی اس طرح مہک آفرین ہے، اصطلاحی معنوں میں یہ شاعرِ مشرق کی سوانح حیات نہیں بلکہ یہ گلدستہ علامہ کی محفلوں میں اٹھنے بیٹھنے والے بعض احباب دوستوں، ساتھیوں اور عقیدت مندوں کے بہ چشم خود دیکھے ان رنگارنگ اور بوقلموں واقعات ومشاہدات سے

گوندھا گیا ہے جو بذاتِ خود تاریخ نہ بھی ہوں تاریخ ساز ضرور ہوتے ہیں باقاعدہ سوانح کی صنف میں جن کا شمار بیشک نہ ہوتا ہو لیکن سوانح نگار کو بنیادی مواد فراہم کرتے ہیں ان میں زبان و بیان کا تسلسل وتواتر نہ بھی ہو لیکن ہر واقعہ اور اس واقعہ کا ہر جملہ اس دور کی سماجی، ثقافتی، علمی، ادبی وشعری زندگی کا خزینہ ہوتا ہے، پرتو ہوتا ہے، آئینہ دار ہوتا ہے اور خوبیوں کو چھوڑ کر اگر ''روزگار فقیر'' کو صرف اسی حوالہ سے لیا جائے تو بھی اقبال کے حوالے مرحوم فقیر سید وحیدالدین کا یہ کارنامہ ادب، معاشرت اور علم کی تاریخی روایات ان روایات کے تسلسل کے حوالہ سے انمٹ ہے یوں ان کی طرف سے شاعر مشرق کے حضور تابندہ و پائندہ خراج عقیدت وتحسین۔(۴)

''جام نو'' کراچی کے اقبال نمبر میں ڈاکٹر محمود الرحمان لکھتے ہیں:

اب تک اقبال کے متعلق بیسوں کتابیں اور سینکڑوں مضامین لکھے جا چکے ہیں۔ بے شمار مصنفوں نے اقبال کی زندگی ان کے متنوع واقعات کو قلمبند کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ ان کے گراں مایہ مکاتیب کو کتابی صورت میں چھاپ کر ہمیشہ کیلئے محفوظ کر دیا گیا ہے ان کے ملفوظات کو یکجا کر کے خوش ذوق قارئین کے کام و دہن کی تسکین کا سامان بھی فراہم ہو گیا ہے اور ان کی متعدد تصاویر طبع ہو کر نظر فروز بھی بن چکی ہے۔

لیکن اقبال جیسی عظیم وجلیل شخصیت کے نہ جانے کتنے واقعات ایسے ہیں جو اب تک گوشہ گمنامی میں ہیں۔ ان کی کتاب زندگی کے ان گنت اوراق ہنوز مختلف شبستان دل میں دبے پڑے ہیں، ان اسرار و رموز اقبال سے آشنا حضرات خود بھی پیرانہ سالی کی سرحدوں میں داخل ہو چکے ہیں ایسی صورت میں یہ قومی فرض ہے کہ گوشہ گمنامی میں پڑے ہوئے واقعات کو دائرہ نور میں لایا جائے اور مختلف افراد کے شبستان دل میں مدفون اوراق کو از سر نو مدون ومرتب کیا جائے۔

مقام مسرت ہے کہ خانوادہ فقیر کے ایک محترم بزرگ فقیر سید وحیدالدین نے اس اہم ادبی وقومی فریضہ کی بجا آوری کا بیڑا اٹھایا ہے نہایت حسن وخوبی سے اسے سرانجام دے رہے ہیں ''روزگار فقیر'' (حصہ دوم) سلسلہ اقبالیات کی ایک اہم کڑی ہے جو فن طباعت کے نہایت ہی اعلیٰ معیار پر طبع ہوئی ہے اس کا حسین ودلکش گرد پوش اس کی عمدہ ومضبوط جلد اس کے نہایت ہی نفیس کاغذ اس کی پرنور کتابت دامن دل کھینچے بغیر نہیں رہتی، اردو کی مطبوعہ کتابوں میں اسے بلا شک وشبہ ایک امتیازی مقام حاصل ہے فقیر محترم ایک طالع و

ناشر کی حیثیت سے بھی قابل صد ستائش ہیں کہ انہوں نے اردو کی طباعت واشاعت کو خاصا عروج وارتقاء بخشا ہے۔ علامہ اقبال کی زندگی کے متعدد واقعات ان کی تصویر حیات ان کے افکار واشعار ہنوز منظر عام پر نہیں آ سکے مخلص و مشفق اور انسان دوست ہونے کی وجہ سے اقبال کا دائرہ احباب بیحد وسیع تھا۔ اس منبع وفیض سے ہر ایک مستفیض ہونے کا خواہش مند رہتا تھا نتیجتاً بے پناہ افراد کو انکی قربت وہم نشینی کا شرف حاصل رہا ہے، ایسے لوگوں کے پاس اقبالیات کی گم شدہ کڑیاں، محفوظ ہیں، جناب فقیر نے اس اہم نکتہ کو بخوبی سمجھا ہے جہاں کہیں بھی انہیں اقبال سے متعلق کوئی چیز، جواب تک پردہ خفا میں تھی ملی ہے، اسے نفاست سے ''روز گار فقیر'' کا سرمایہ جاں بنا دیا ہے۔

''روز گار فقیر'' (حصہ دوم) تین ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں اقبال کے ذاتی واقعات، ان کے خاندانی حالات ان کے منفرد افکار ونظریات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ گویا یہ باب ان کی حیات وتصورات کے متنوع پہلوؤں کو نمایاں کرتا ہے، مندرج واقعات وملفوظات سے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے کہ اقبال گونا گوں صفات کے حامل تھے۔ کبھی وہ خدا کی محبت میں سرشار دکھائی دیتے تھے کبھی ان کے دل میں قرآن مجید کے احترام کا شدید جذبہ کار فرما ہوتا ہے کبھی وہ سرور کونین ؐ کے عشق میں مضطرب نظر آتے تھے، کبھی وہ اپنے ضعیف وناتواں والدین کے حضور سر نیاز خم کیے کھڑے ہیں ان کی آسائش وآرام کی فکر در پیش ہے ان کی دعاؤں سے دنیائے دل مزین کرنے کا خیال موجزن ہے کبھی اعزا واحباب کی فلاح وبہبود پیش نظر ہے کبھی سائنس کی بے مائیگی کا ذکر چھڑا ہے دقرت خداوندی کی فضیلت وبرتری پر بحث جاری ہے۔ الغرض یہ باب اقبال کی زندگی کے مختلف گوشوں کو بہ طریق احسن واضح کرتا ہے اور قاری حیات اقبال کے نامعلوم حالات وکوائف سے آشنا ہوتا چلا جاتا ہے۔'' (۵)

25 مئی 1988ء کو ''انجمن'' کے پیش لفظ میں منیر احمد لکھتے ہیں:

شخصیت غیر معروف ہو یا معروف اس کا حلقہ احباب، اس کے چاہنے والے اس کے پیرو اس کی ذاتی زندگی میں دلچسپی ضرور رکھتے ہیں کہ ان کا دوست، ممدوح یا لیڈر خلوت میں کیا ہے اس کا روزمرہ کیا ہے۔ اس کی اجتماعی اور نجی زندگی میں کس حد تک توازن ہے۔ مطابقت ہے، ٹکراؤ ہے، اس چیز کی ٹوہ لگانا انسان کی فطرت ہے لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ پر موجود ہے کہ ایسے نجی واقعات معدودے چند افراد کے علم میں ہوتے ہیں جو اگر قلمبند ہو جائیں تو اس لحاظ سے ایک قومی خدمت بن جاتی ہے کہ عقیدت یا مخالفت، محبت یا نفرت میں

افواہوں کا ایک لامتناہی سلسلہ دم توڑ دیتا ہے اس مناسبت سے فقیر سید وحید الدین نے شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبال پر ''روزگار فقیر'' کے نام سے دو جلدیں لکھ کر تاریخ وار دو ادب پر بڑا احسان کیا۔ان کے ساتھ خاندانی و بعدازاں ذاتی تعلقات رہے ان کے ساتھ ہونے والی ملاقاتوں ونشست و برخاست کی محفلوں کے انہوں نے لفظی آرائش وٹھاٹھ باٹھ سے بے نیاز ہو کر سادہ مزاجی سے صرف واقعاتی نقوش ابھارے ہیں۔شخصیت کے محاسن ومعائب میں نہیں الجھے،الفاظ کی مینا کاری سے اسے نہ ثریا کی بلندیوں پر لے گئے ہیں کہ اس شخصیت کا وہاں سے اترنا محال ہو جائے اور نہ افعال وکردار کے حوالے سے تحت الثریٰ میں پھینکا ہے کہ شخصیت کا وہاں سے نکالنا ایک لاینحل مسئلہ بنا رہے نہ وہ اڑتی بات اور سینہ بہ سینہ چلنے والی صحیح یا غلط واقعات کا سہارا لیتے ہیں وہ تو اس شخصیت کے حوالے سے ''جو میں نے دیکھا'' اور ''جیسا میں نے پایا'' کو بغیر کسی زیبائش کے ٹھیٹ انداز میں بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔وہ کردار نگاری یا خاکہ نگاری کا دعویٰ بھی نہیں کرتے،کیونکہ صحت واقعات تاریخ کیلئے ایک ایسا بیش قیمت سرمایہ ہوتی ہے جس پر آنے والے مورخ کا انحصار پختہ ہو جاتا ہے۔ فقیر صاحب انتہائی مختصر لکھتے ہیں کیونکہ وہ صرف چشم دید پر انحصار کرتے ہیں اس لیے بطل جلیل ونابغہ روزگار پر جو کچھ لکھ دیا وہ مورخ کیلئے ٹھوس اشارے وتاریخ کیلئے کئی عنوانات چھوڑ گیا۔

یہ چھوٹے چھوٹے اور بکھرے بکھرے واقعات آج سے نصف صدی و پون صدی کے تمدن معاشرت، دوستی،تعلقات کے رکھ رکھاؤ مہمان داری،مشاغل،جذبات،احساسات،خیالات ،رجحانات، مجلسی زندگی کا پتہ دیتے ہیں۔کئی چھپے ہوئے گوشے وا ہوتے ہیں۔

فقیر سید وحید الدین تحریر میں الجھاؤ پیدا کرنے کے قائل نہیں نہ لفظی تحشم ،بھاری بھرکم جملوں اور مرصع،مقفی اور مسجع عبارت کی آڑ لیتے ہیں۔وہ واقعات بڑے دل برانداز میں ترتیب دیتے ہیں اور سادہ مزاجی سے تحریر کی توقیر بڑھا کر بھرپور تاثر پیدا کرتے ہیں۔

جناب ممتاز حسن 21اپریل 1965 کو فقیر سید وحید الدین کی کتاب ''Iqbal in Pictures'' کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

"It is simply that this in one of those privileges one of

ten enjoys in life without having earned them. It is true that I know Iqbal and my father was a friend and contemporary of his at college. I was not, however as close to him as many others have been. Indeed Syed Waheed-ud-Din, who is himself the son of an intimate friend of Iqbal, know the poet for over twenty two years as against my twelve. He is thus in every way better qualified them I am.

Fakir Syed Waheed-ud-Din has just published his Roozgar-e-Fakir a two volume collection of personal anecdotes and reminiscences of Iqbal which is the best of its kind so far. It includes a number of photographs as well, but even though some of these are new material, they are more in the nature of random glimpses of the poet than a connected story of his life. The gap has now been filled by Syed Waheed-ud-Din in with "Iqbal in picture" this as the reader can is an Iqbal album which represents a comprehensive and systematic compilation of photographs most of which have not been published so far, and which are an attempt to illustrate Iqbal's life and career as a whole.

"Iqbal in Picture" is what the Germans would call a bild Biographic. It gives us an authentic pictorial account of the poets sojourn of earth and pieces to gather for our benefit, the story of his intellectual and spiritual growth.

It traceshis life from its beginning in a middle class family in a small though ancient city, through school and college through the formative years in Europe where be studied in four universities and made contact with the main problems and personalities of western civilization through his return to the land of his birth, the great heights he reached in poetry, philosophy and political thoughts and the love and admiration that he inspired in the hearts of millions.

The book is dedicated by Syed Waheed-ud-Din to his father, but the dedication instead of coming at the beginning appears at the end. This is gesture for Iqbal on the part of Syed Waheed-ud-Din as touching as it is unusual. Such reverence can hardly be under stool today; it belongs to the oldworld which has disappeared ocemingly for ever.

"Iqbal in Picture" is a gift to further biographers of Iqbal, a boon to posterity. It is as much a tribute to our poet philosophers as it is to the personal devotion of Syed Waheed-ud-Din to his memory. Fakir Syed Waheed-ud-Din with his "Roozgar-e-Fakir" and " Iqbal in pictures" to an outstanding exception and those who come after us will have reason to be grateful to him for the great service he has rendered.(7)

بلاشبہ فقیر سید وحید الدین کی کاوش ''روزگار فقیر'' اقبالیات میں بہترین اضافے سے کم نہیں۔ اقبال

کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنے کیلئے روزگارِ فقیر (جلد اوّل و دوم) اوّل مآخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ بے شک ''روزگارِ فقیر'' ہی کی بدولت اقبالیات کا یہ سرمایہ جاں طاق نسیاں سے محفوظ رہا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اعلیٰ وارفع ہستیاں کارزارِ ہستی میں محبّ کی شناخت کا محرک بنتی ہیں۔ بلاشبہ علامہ اقبال کی ہستی ایک بحرِ زخار کی مانند ہے جس کی موجیں آسماں کو چھوتی ہوئی حیات کو حقیقی سوز سے مزین کرتی ہیں۔ انفرادیت و یکتائیت کے لحاظ سے ''روزگارِ فقیر'' فقیر سید وحید الدین کا ایک لافانی شاہکار ہے جو انہیں اقبالیات کے میدان میں صفِ اوّل کے اقبال شناسوں میں لا کھڑا کرتا ہے۔ کسی بھی شخصیت کے پس منظر کو منظرِ عام پر لانے کیلئے اس دور کی سماجی، ثقافتی، علمی ادبی اور شعری زندگی کا تسلسل ضروری ہے اور روزگارِ فقیر بلاشبہ شاعرِ مشرق کی سوانح حیات ہے لیکن دوستوں، ساتھیوں اور عقیدت مندوں کے بہ چشم خود دیکھے واقعات سے اس گلدستہ کو سینچا گیا جو بذاتِ خود تاریخ نہ بھی ہوں تاریخ ساز ضرور ہوتے ہیں اور باقاعدہ سوانح کی صنف میں جن کا شمار بے شک نہ ہوتا ہو لیکن سوانح نگار کو بنیادی مواد فراہم کرتے ہیں اور ان میں زبان و بیان کا تسلسل نہ بھی ہو لیکن ہر واقعہ اس دور کی عکاسی کرتا ہے۔ وہ کردار نگاری یا خاکہ نگاری کا دعویٰ بھی نہیں کرتے کیونکہ صحت واقعات تاریخ کیلئے ایک ایسا بیش قیمت سرمایہ ہوتی ہے جس پر آنے والے مورخ کا انحصار پختہ ہو جاتا ہے۔ انہوں نے صرف ''چشم دید'' پر انحصار کرتے ہوئے اس بطلِ جلیل اور نابغہ روزگار پر جو کچھ لکھ دیا وہ مورخ کیلئے ٹھوس اشارے اور تاریخ کیلئے کئی عنوانات چھوڑ گیا۔

گویا روزگارِ فقیر اپنی انفرادیت اور یکتائی کی بنا پر تاریخ اور ادب میں اوّل مآخذ کی حیثیت رکھی ہے۔ علامہ اقبال جیسی ہستی کے شب و روز اور ان کے رہن سہن، ان کی سادہ اور تکلفات سے نا آشنا زندگی اور ہنگامہ پرور محفلوں کا عکس اس خوبصورتی سے کھینچا ہے جو ان کی اعجاز بیانی، واردات قلبی اور کیفیت شعر گوئی کے آئینہ دار ہے۔ اگرچہ یہ صرف ایک جھلک ہے مگر اس میں علامہ اقبال کی رعنائی خیال کی کتنی ہی تجلیاں ضوفگن ہیں۔ جب اقبالیات کے ماہرین معلومات کا ریزہ ریزہ جمع کر کے حیات اقبال کا لفظی قالب تیار کرنے بیٹھیں گے تو اس تصنیف کو بہت مفید پائیں گے۔ علامہ اقبال کی مجالس، ان کی صحبتیں اور نشست و برخاست کی محفلوں کو اس انداز سے ''روزگارِ فقیر'' میں پرویا گیا ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ قاری خود مجلس اقبال میں موجود ہے

اگر چہ ان کے موضوعات میں تکرار ہے پھر بھی یہ تکرار طبیعت پر گراں نہیں گذرتی بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ مصنف کا قلم بول رہا ہے۔ جو اپنے موضوع کے ساتھ بے انتہا جذباتی وابستگی رکھتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ان باتوں کا تذکرہ بار بار ہوتا رہے تا کہ مخاطب کے ذہن نشین ہو جائے۔

انہی خصوصیات کی بنا پر فقیر سید وحید الدین اقبال شناسی میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ اقبال شناسی ہی ان کی خود شناسی کا محرک ہے۔ ''روزگار فقیر'' کے نام سے دو جلدیں لکھ کر انہوں نے تاریخ اور اردو ادب پر بڑا احسان کیا ہے۔

☆☆☆☆

مآخذ

1۔ روزگارِفقیر،ایضاً،ص 17-14

2۔ روزگارفقیر،ایضاً،ص25-19

3۔ یادگارفقیر،ایضاً،ص66,67

4۔ روزگارِفقیر،ایضاً،ص1

5۔ اقبال ایک مطالعہ،ایضاً،ص168-177

6۔ انجمن،ایضاً،ص10-9

7۔ اقبال ان پکچرز،ایضاً،ص5-3